نعیم احمد

آہ! شیخ ایم سعید مرحوم اور حاجی محمد ارشد قریشی

مئی ۲۰۰۲ء میں لاہور کی دو ممتاز شخصیتیں پروفیسر سعید شیخ اور حاجی محمد ارشد قریشی ہم سے جدا ہوگئیں۔ پروفیسر سعید شیخ کا تعلق فلسفہ سے تھا، جس کا وہ کئی سال تک گورنمنٹ کالج لاہور میں درس دیتے رہے۔ حاجی محمد ارشد قریشی کا تعلق تصوف سے تھا۔ وہ اخلاقی تربیت کے لیے کئی سال تک تصوف کی بنیادی کتابیں بڑے اہتمام سے مکتبہ المعارف سے شائع کرتے رہے، مثلاً کشف المحجوب، کلاباذی کی التعرف، منصور حلاج کی تحریروں کے اردو تراجم، ایسے ہی انگریزی میں شبستری کی گلشنِ راز کا معروف انگریزی ترجمہ، قمر الدین مرحوم کی انگریزی کتاب قرآن کا سیاسی تصور، لاہور کے معروف صاحب حال صوفی سیّد فضل شاہ کے ملفوظات اُنھوں نے شائع کیے۔ وہ شیخ ابنِ عربی کی فتوحاتِ مکّیہ کا بھی ترجمہ شائع کرنا چاہتے تھے۔ غرضیکہ اُنھوں نے اپنے آپ کو تصوف کی بلند پایہ تحریروں کو شائع کرنے اور تزکیۂ نفس کے لیے وقف کر دیا تھا۔ کوئی بھی نئی کتاب چھاپتے تو خرابیِ صحت کے باوجود ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ میں تشریف لاتے اور اپنے لطف و کرم سے نوازتے۔ ان دونوں حضرات کی وفات پر اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں 'رفتید و لے نہ از دلِ ما'۔

شیخ ایم سعید کی وفات پر ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر نعیم احمد، چیئرمین، شعبۂ فلسفہ، پنجاب یونیورسٹی نے لکھا ہے، جس پر ہم اُن کے ممنون ہیں۔

[ایڈیٹر]

پروفیسر ایم سعید شیخ کے نام سے میں اس وقت واقف ہوا جب ایم۔اے کے امتحان کی تیاری کے لیے خاکسار نے اُن کی کتاب ''سٹڈیز ان مسلم فلاسفی'' پڑھی۔ یہ کتاب نہ صرف

فلسفے کے طلبہ کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے بلکہ اُن قارئین کے لیے بھی بہت وقیع کتاب ہے جو مسلم فکر کے آغاز وارتقاء سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

شیخ صاحب سے میری پہلی ملاقات ۱۹۶۵ء میں پاکستان فلسفہ کانگریس کے سالانہ اجلاس میں ہوئی۔ اس وقت شیخ صاحب پاکستان فلسفہ کانگریس کے جائنٹ سیکرٹری تھے۔ خاکسار نے اس کانگریس میں ان کا مقالہ سنا اور بعد ازاں اس مقالے کے حوالے سے ان سے بالمشافہ گفتگو بھی ہوئی۔ ان کی علمیت کا جو پہلا تاثر میرے ذہن پر قائم ہوا، وہ ہمیشہ برقرار رہا۔

شیخ سعید صاحب نے گورنمنٹ کالج، لاہور کے شعبۂ فلسفہ میں کم وبیش بیس بائیس سال تک تدریس وتحقیق کے فرائض سرانجام دیئے۔۱۹۷۳ء میں وہ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے اور گیارہ سال تک مختلف نوعیت کے علمی وتحقیقی مشاغل میں مصروف رہے۔

ابتدائی زمانے ہی میں شیخ صاحب کو ایک نایاب موقع ملا اور اُنہوں نے اس کا بھرپور فائدہ اُٹھایا۔ اُن دنوں پروفیسر ایم۔ایم شریف ''اے ہسٹری آف مسلم فلاسفی'' کی تالیف میں مصروف تھے، اُنہوں نے شیخ صاحب کی تحقیق وتدوین کی خداداد صلاحیت کو پہچان کر انہیں اپنا شریکِ کار بنالیا۔ اس ضخیم اور انتہائی قیمتی کتاب کی تالیف وتدوین تو بلاشبہ پروفیسر شریف صاحب ہی نے کی تاہم مختلف مضامین کی ایڈیٹنگ کا باریک کام شیخ صاحب نے کیا تھا۔ اس کتاب میں الغزالی پر شیخ صاحب کے دو مقالے بھی شامل ہیں، جن کا علمی درجہ بہت بلند ہے۔ ان دونوں مقالوں کا تعلق غزالیؒ کی ''مابعد الطبعیات'' اور ''غزالی کے اثرات'' سے ہے۔ ۱۹۶۰ء سے لے کر ۱۹۶۶ء تک شیخ صاحب اس کام میں نہایت عرق ریزی سے مصروف رہے۔ چنانچہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ''اے ہسٹری آف مسلم فلاسفی'' کو بین الاقوامی سطح پر لانے کے لیے شیخ صاحب کا بھی قابلِ قدر حصہ ہے۔

شیخ صاحب کو اپنے تعلیمی کیریر کے دوران فل برائٹ سکالر کی حیثیت سے امریکہ کی پرنسٹن یونیورسٹی میں بھی کام کرنے کا موقع ملا۔ غیرملکی یونیورسٹی میں کام کرنے سے شیخ صاحب

کی تخلیقی و تحقیقی صلاحیتوں کو جلا ملی۔

پہلے مسلمان فلسفی الکندی کا ہزار سالہ جشن ۱۹۶۲ء میں عراق میں منایا گیا۔ اس میں شرکت کے لیے حکومتِ پاکستان نے شیخ صاحب کو نامزد کیا۔ وہاں اس جشن کے افتتاحی اجلاس میں کئی غیر ملکی سکالرز نے مقالے پڑھے۔ جب انڈیا کے ایک سکالر نے کندی پر اپنا مقالہ عربی زبان میں پڑھا تو پاکستان کے سفیر شیخ صاحب کے پاس آئے اور انہیں بھی اپنا مقالہ پڑھنے کے لیے کہا۔ شیخ صاحب نے کہا کہ یہاں سارے مقالے عربی میں پڑھے جا رہے ہیں، جبکہ ان کا مقالہ انگریزی میں ہے۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن قریب ہی بیٹھے یہ گفتگو سن رہے تھے۔ اُنہوں نے پیشکش کی کہ وہ شیخ صاحب کے مقالے کا عربی ترجمہ پڑھ سکتے ہیں۔ اس طرح شیخ صاحب کے انگریزی مقالے کا فی البدیہہ عربی ترجمہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے پڑھا۔

شیخ صاحب نے اپنی ملازمت کے دوران اور اس کے بعد متعدد مقالات و کتب تحریر کیں۔ مقالات میں اُنہوں نے تصورِ انسان کے موضوع پر ایک عمدہ مقالہ سپردِ قلم کیا تھا، جسے اُنہوں نے پاکستان فلسفہ کانگریس کے اجلاسِ منعقدہ کوئٹہ میں پڑھا تھا۔ ''فلاسفی آف ریلیجن'' پر اُنہوں نے ایک دوسرا عمدہ مقالہ لکھا تھا۔ جب خاکسار نے ان سے ''فلاسفی ان پاکستان'' کے لیے ان کی فکری کاوش کی استدعا کی تو اُنہوں نے مجھے اپنا یہی مضمون عطا کیا۔

اُنہوں نے ''سٹڈیز ان مسلم فلاسفی'' کے علاوہ ''اے ڈکشنری آف مسلم فلاسفی'' اور ''سٹڈیز ان اقبالز تھاٹ'' مرتب کیں جو اہلِ تحقیق کے نزدیک مستند کتابیں ہیں۔ ان کی بہترین فکری کاوش علامہ اقبال کی مشہور کتاب Reconstruction of Religious Thought in Islam کا Annotated ایڈیشن ہے۔ اس کتاب کو شیخ صاحب نے بڑی محنت اور مہارت سے تمام ضروری حاشیوں اور حوالوں سے آراستہ کر دیا ہے۔ علامہ نے اس کتاب کے مختلف ابواب لیکچرز کی صورت میں تحریر کیے تھے۔ کتاب کی اشاعت ضروری حوالوں اور حاشیوں کے بغیر ہی عمل میں آ گئی تھی۔ جس کی وجہ سے قارئین کو دورانِ مطالعہ ذہنی تشنگی اور نارسائی کا احساس ہوتا تھا۔ شیخ صاحب نے ان معروف لیکچرز کو مرتب کرنے کے لیے کئی سال تک انتہائی

محنت سے کام کیا۔ اس عظیم کام میں معروف ماہرِ تعلیم ڈاکٹر محمد افضل ان کی مسلسل حوصلہ افزائی اور اعانت فرماتے رہے۔ بالآخر یہ کتاب بڑے اہتمام سے ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور سے شائع ہوئی۔ مقامِ مسرت ہے کہ اہلِ علم نے شیخ صاحب کے مرتب کردہ ایڈیشن کو مستند تسلیم کر لیا۔

بے شبہ شیخ صاحب ایک لائق استاد تھے، لیکن ان کی بنیادی حیثیت ایک محقق کی تھی۔ اُنھوں نے اپنی تمام صلاحیتیں تحقیق کے لیے وقف کر رکھی تھیں۔ ان کے بیگ میں جہاں کاغذ قلم اور قدیم و جدید مسودات ہوا کرتے تھے، وہیں ایک محدب عدسہ بھی ہوا کرتا تھا تاکہ باریک الفاظ و علامات کو دیکھا جا سکے۔ اس سے ان کے علمی ذوق اور سراغ رس مزاج کا پتہ چلتا ہے۔ موصوف ہر اعتبار سے ایک کمال پسند (Perfectionist) انسان تھے۔ تحقیق و تنقید کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اُنھوں نے عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں کے علاوہ فرنچ اور جرمن میں بھی تھوڑی بہت استعداد حاصل کر لی تھی۔ وہ فخر سے کہا کرتے تھے کہ اُنھوں نے کانٹ پروفیسر ظفر حسن اور لیجر ووڈ سے پڑھا ہے۔

انھیں اسلام اور فلسفے سے بے پناہ محبت تھی۔ خاکسار جب بھی ان سے ملا، اُنھوں نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اسلام اور اسلامی فلسفے کے لیے کام کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لگن کے تحت وہ اپنی عمر کے آخری دنوں تک متعدد تحقیقی کاموں میں مشغول رہے۔ وہ ایک عرصہ علیل رہنے کے بعد مئی ۲۰۰۲ء میں خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ افسوس کا مقام ہے کہ اتنا بڑا عالم رخصت ہوگیا، لیکن ہماری صحافت میں ان کے انتقال کی خبر تک نہ چھپی!

خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را